سوال

(665) مسلک اہل حدیث کی حقیقت واصلیت

جواب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسلک اہل حدیث کی حقیقت واصلیت

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ

الحمد للہ، والصلاة والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

مسلک اہل حدیث کی حقیقت واصلیت

حقیقت یہ ہے کہ عہد رسالت میں سوائے کتاب اللہ کے نہ کوئی کتاب لکھی گئی تھی۔ نہ فقہی احکام ہی جمع کر کے لوگوں کو ان کی اتباع کے لئے کہا گیا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم اجمعین کا یہ معمول تھا کہ وہ قرآنی احکام پر عمل کرتے۔ اور جو کچھ دریافت کرنا ہوتا۔ حضور نبی کریم ﷺ سے پوچھ لیتے تھے۔ یا خود آپ ﷺ کوئی حکم فرماتے۔ یا تقریر کرتے یا کوئی کام کرتے اور جو لوگ اس وقت خدمت مبارک میں موجود ہوتے وہ اسے یاد کر لیتے۔ اور جو اس وقت موجود نہ ہوتے ان کو زبانی یا لکھ کر پہنچا دیتے۔ اور خود نبی کریم ﷺ نے بعض احکام لکھوا کر روانہ فرمائے۔ چنانچہ محمد بن عمرو بن حزم کو ایک پوری کتاب روانہ فرمائی۔ اس طرح رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں تبلیغ احادیث نبویہ اور ان کے مطابق فتویٰ دینے کے لئے ایک جماعت صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم اجمعین کی قائم ہوگئی تھی۔ جس میں بڑے بڑے مندرجہ ذیل صحابہ کرام موجود تھے۔ خلفائے راشدین عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابی بن کعبر ضی اللہ تعالیٰ عنہ معاذ بن جبلر ضی اللہ تعالیٰ عنہ عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حذیفہ بن الیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابو الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سلمان فارسی رضوان اللہ عنہم اجمعین جب آپ ﷺ نے وفات پائی۔ خلافت راشدہ کا ممتاز زمانہ آیا۔ اور کثرت فتوحات کے سبب اسلام دور دور ممالک میں پہنچا۔ تو اس وقت صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم اجمعین مختلف اطراف میں پھیل گئے کوئی شام چلا گیا۔ کوئی عراق۔ کوئی مصر۔ کوئی بصرہ۔ وہاں بھی ان کا طریق عمل وہی رہا کہ جو کچھ انہوں نے آپ ﷺ کو کرتے دیکھا تھا۔ یا سنا تھا۔ اسی پر خود عمل کرتے تھے۔ اور دوسروں کو بھی یہی تلقین کیا کرتے تھے۔ اتفاق سے اگر کوئی مسئلہ جدید پیش آجاتا۔ تو وہ کسی دوسرے صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو وہاں موجود ہوتے دریافت کر لیتے۔ اور اگر کسی معاملے میں کوئی صریح حکم کتاب وسنت میں نہیں ملتا تھا۔ تو قرآن وحدیث کے وضع کردہ اُصولوں پر غور کر کے اس پر اس معاملے کو قیاس کر لیا کرتے تھے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم اجمعین کے بعد تابعین اور تبع تابعین کا زمانہ آیا۔ تو انہوں نے بھی یہی روش اختیار کی جو صحابیر ضی اللہ تعالیٰ عنہ یا تابعی رحمة اللہ علیہ جس ملک یا شہر میں ہوتے۔ تو سب لوگ اس ملک اور اس شہر کے تابعی یا صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مسائل دین حاصل کرتے۔ اور اس وقت تک اس کے فتوے سے تجاوز نہیں کرتے تھے۔ جب

تک کسی دوسرے صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ یاتا بعیر حمۃ اللہ علیہ موجود ہوقت سے کوئی بات معلوم نہ کرلیتے تھے۔ چنانچہ اہل مدینہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فتویٰ پرعامل تھے۔ اہل کوفہ حضرت عبدللہ بن مسعود کے فتاووں پر عمل پیرا ہوتے تھے۔ یہی حال دوسرے ملکوں اور شہروں کا تھا اس طرح اگرچہ عملا بعض مسائل میں لوگ مختلف تھے مگر کوئی کسی پر نکتہ چینی نہیں کرتا تھا نہ کوئی کسی کو بُرا جا نتا تھا۔ کیونکہ سب کا مقصد اتباع کتاب وسنت تھا۔

ہندوستان میں عمل بالحدیث

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے ایک جم غفیر کو اہل حدیث کہلوانے کی ضرورت کیوں پڑی۔ دراصل اگر تقلیدی مذاہب کا رواج پیدانہ ہوتا تو اس گروہ کو اپنے مسلک کا اہل حدیث نام رکھنا بے کار ہوتا۔ مقلدین کا گرو اپنے ائمہ کے اجتہادوں پر اس حد تک اڑ گیا۔

انہوں نے اپنے اصول پر یہ چیز داخل کرلی کہ خواہ حدیث صحیح بھی ہو اگر امام کہ فتوی کو ہر گزنہ چھوڑا جائے اس وجہ سے ایسے مسلمان کی جو کسی امام اور فیقہ کے قول اور فتوی کی بنیاد پر حدیث کو چھوڑنا گوارانہ کرتے تھے یہ جماعت عرب ہی میں پائی جاتی تھی مکہ و مدینہ ملک حجاز میں اس کی کثرت تھی اور وہ اس لئے کہ حدیثوں کو جاننے زیادہ تر صحابہ اکرام رضوان للہ عنہم اجمعین تھے اور صحابہ اکرام رضوان للہ عنہم اجمعین عموما اسی ملک کے باشندے تھے اور اسی ملک میں زیادہ تر رہے اس لئے اہل حجاز کو اجتہاد درائے اور قیاس کی ضرورت کم پیش آئی اس کے برخلاف کوفہ بغداد اور ملک عراق کے باشندوں کو اجتہاد اور رائے قیاس سے زیادہ کام لینے کی ضرورت پڑی وہ اس لئے کہ وہاں حدیثوں کی تعداد بہت کم تھی اور صحابہ اکرام رضوان للہ عنہم اجمعین کی نہایت قلیل تعداد ان ملکوں میں رہتی تھی یہی وجہ ہے کہ قدیم اہل علم میں علماء اہل حجاز کو اہل حدیث اور اہل روایت کے نام سے اور اہل عراق کو اہل اجتہاد اہل الرای کے نام سے پکارا جانے لگا بس یہ سے اہلحدیث اور اہل الرائے کے راستے الگ الگ ہوگے اہل الرائے یہاں تک بڑھے کہ کثرت سے اماموں کے فتادوں ہی کو ماننے لگے اور اکثر حدیثوں کو چھوڑ دیا اور احادیث کے ڈھونڈنے والوں اور مشعل راہ بنانے والوں کی اس قدر کمی ہوگئی کہ عراق وغیرہ کے شہروں میں عنقا ہوگئے جیسا کہ امام سفیان ثوری علیہ السلام نے یوسف بن اسباط علیہ السلام سے فرمایا۔

واذا بلغک عن احد بالمشرق انہ صاحب السنۃ فابعث الیہ بالسلام واذا بلغک عن الاخر بالمغرب انہ صاحب السنۃ فابعث الیہ بالسلام فقد قل اہل السنۃ

یعنی ایک شخص مشرق میں اور دوسرا مغرب میں پابند سنت ہو اور تمہیں خبر مل جائے تو ان کو اپنا ہدیہ اسلام ارسال کرو کیوں کہ اہل سنت کی تعداد کم ہوگئی ہے امام سفیان ثوری علیہ السلام کے اس قول کو امام ابن جوزی علیہ السلام نے اپنی مشہور کتاب تلبیس ابلیس میں نقل کیا ہے جن کی احتیاط نقک محدثین میں بہت شہرت کی ہے جب اسلام عرب سے نکل کر عجم کی طرف اور عربی الاصل مسلمان اپنے اپنے معتقدات اور مسلمات کو لے کر جانے لگے تو تاریخ کی کتابوں اور عرب سیاحوں اور جغرافیہ نویسوں کی تحریرت دبیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان میں مسلمانوں کی آمدورفت کے دو ہی راست تھے (1) خشکی کے راستے عراق اور ایران سے ہوتے ہوئے خراسان کے دروں سے گزر کر شمالی ہند میں پہنچے تھے 2 عراق عرب ویمن سے چل کر بادبانی کشتیوں کے ذریعے دیبل ٹھٹھ تھانہ علاقہ بمبئی اور دوسرے سواحلی بلادہائے میں پہنچے تھے ہندوستان میں عام طور پر کثرت سے حنفی مذہب کے ماننے والے آئے ہیں بالخصوص خشکی کے راستے تھے شمالی ہند میں جو لوگ آئے وہ عموما حنفی المذہب تھے البتہ سواحلی راستوں سے آنے والوں میں شافعی المذہب تھے اور اہلحدیث بھی تھے جس کا ثبوت تاریخوں سے بھی ملتا ہے اور آج بھی اس کے شواہد اس ملک میں موجود ہیں اس لئے سواحلی شہروں میں شوافع کی آبادی بکثرت پائی جاتی ہے نیز جزاز میں ان کی کثرت ہے سندھ کو اگرچہ مسلمانوں نے پہلی صدی کے آخر میں فتح کیا عرب سیاحوں کے بیانات سے معلوم ہت ہے کہ ان کی بستی یہاں پہلے سے موجود تھی محمد بن قاسم کی فتح سے پہلے پانچ سو عرب مسلمان ایک عرب سردار کی ماتحتی میں مکران سے بھاگ کر راجہ داہر کے یہاں چلے آئے تھے یہی وہ راجہ داہر ہے جس پر محمد بن قاسم نے فتح پائی تھی اس زمانے کی تاریخوں میں اور عرب سیاحوں کے سفرناموں میں اس وقت کے حالات تو تفصیل کے ساتھ ملتے ہیں مگر یہ معلوم نہیں ہوتا کہ محمد بن قاسم کے ساتھ جو مسلمان آئے تھے چونکہ اس وقت تقلیدی مذہب پیدا ہی نہ ہوئے تھے اس لئے تقلیدی مذاہب کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا لہذا یہ یقین ہوتا ہے کہ پہلی صدی سے لے کر دوسری صدی کے آخر تک جو مسلمان دنیا کے کسی حصہ میں گئے یا ہندوستان میں آئے وہ سب ہی مسلک اہلحدیث کے پابند تھے جس کا ثبوت اس طرح پر ہے کہ ت اریخ اور تذکرۃ الرجال میں علم حدیث کے راویوں کے حالات کی چھان بین سے معلوم ہوتا ہے کہ سندھ میں اسی زمانے میں بیشمار راویان حدیث موجود تھے جن میں سے بعض کے نام یہ ہیں ابو مشر سندھی ابو عبدالملک محمد بن ابو معشر سندھی امام اوزی جن

کی بابت امام المحدثین حافظ حجر تحریر فرماتے ہیں ۔وکان اصلہ من السباء السند حافظ محمد خلف محمد بن سالم سندھی ابوالعباس فضل بن سکین سمیت سندھی ابونصر فتح بن عبداللہ سندھی ابوال عطاء سندھی جوبہت مشہور قادرالکلام شاعر بھی تھے ربیع بن صبیح سندھی بصری امام ربیع بن صبیح اتباع تابعین میں سے ہیں جنہوں نے تابعین کا زمانہ پایا ہے اوران سے علوم حاصل کیے ہیں جوہندوستان کے ۔

کسی غزوہ میں بھی شریک ہوئے تھے اوراسی میں شہید ہوگئے بعض تذکرہ نویسوں نے گجرات کے شہر بھڑونچ میں ان کی قبر کا نشان بھی بتایا ہے صاحب طبقات ابن سعد اپنی مشہور کتاب میں تحریر فرماتے ہیں

خرج غازیا الی الهندفی البحر فمات فدفن فی جزیرة من الجزائر س 140 ہجري في الاول خلافة المهدي اخبرني بذلک شیخ من اہل البصرة کان معه (طبقات ابن سعد قسم دوم ج ۷ص ۳۴-)

علامہ بلاذری نے فتوح البلدان میں اورعلامہ ابن عماد الحنبلی نے اپنی مشہور کتاب شذرۃ الذہب میں بھی اسی کے قریب قریب لکھا ہے یہ حالات وواقعات دوسری صدی کے ہیں جوہم بیان کررہے ہیں ورنہ تیسری چوتھی صدی میں تواہلحدیثوں کا سندھ میں عام طور پر پھیل جانا تاریخوں میں تفصیل کے ساتھ مذکور رہے چنانچہ عرب کے مشہور سیاح بشاری مقدی جو-375ہجری میں ہندوستان آیا تھا اپنی مشہور کتاب احسن التقاسیم میں سندھ کے مشہور شہر منصورہ کے حال میں لکھتا ہے یہاں کے ذمی بہت بت پرست لوگ ہیں اور مسلمانوں میں اکثر اہل حدیث ہیں یہاں مجھے قاضی امیر محمد منصوری سے ملنے کا اتفاق ہوا جومذہب دٔوظاہری کے پابند تھے قاضی ابوالعباس کی احمد بن صالح منصوری سندھی کی شخصیت جلیل القدر تھی اوروہ مذہب دٔوظاہری کے پابند تھے اسی طرح ملک کے نامور مورخ ابوظفر مذوی اپنی کتاب تاریخ میں-363جلداول میں رقم فرماتے ہیں حدیث کا چرچا بھی اس تک منصورہ میں زیادہ رہا ہے چنانچہ اکثر یہاں قاضی اہلحدیث ہوتے قاضی ابومحمد منصوری حدیث کے بہت بڑے عالم اسی جگہ قاضی تھے اوراپنے وقت کے امام سمجھے جاتے تھے یہ بہت سی کتابوں کے مصنف تھے چونکہ حدیث کا ذوق زیادہ تھا اس لئے کہا جاسکتا ہے کہ ان کی کتابیں زیادہ ترحدیث ہی میں ہوں گی دوسرے مقام پراسی طرح تحریر فرماتے ہیں منصورہ والوں میں زیادہ ترلوگ ظاہری دٔوظاہری محدث مذہب میں اورحدیث پر عمل کرتے ہیں قاضی ابومحمد منصوری کا ایک مدرسہ بھی ہے جس میں درس دیتے ہیں وہ خود بھی صاحب تصانیف ہیں متعدد کتابیں اچھی اچھی ان کی لکھی ہوئی ہیں ۔

روایت کے علاوہ سندھ میں بعض محدثین کا بھی تذکرہ تاریخ اسلام میں پایا جاتا ہے بہت سے تذکرہ نگاروں نے ان کے تفصیلی حالات قلم بندکئے ہیں چنانچہ جس دور کا ہم تذکرہ کر رہے ہیں اس دور میں شیخ ابراہیم بن محمد بن عبداللہ دیبلی اورموسی بن ہارون اورمحمد بن وعلی صواع شیخ علی بن موسی شیخ ابوالقاسم شعیب بن محمد معروف ابن ابی القطان دیبلی بہت مشہور محدث تھے محدثین کے اس قسم کے تذکرے ابن اثیر نے اسد الغابہ میں اورحافظ ابن حجر نے اصابہ میں اوراسمعانی نے کتاب الانساب میں بڑی تفصیل سے کیے ہیں اگران کی تفصیلات دیکھنی ہیں توعرب ہند کے تعلقات مصنفہ مولانا سید سلیمان مذدی اورتاریخ سندھ مصنفہ مولانا ظفر علی مذدی مطالعہ کیجیے ۔

یہ سب حالات چوتھی صدی تک کے ہیں جو ہم بیان کررہے ہیں اس سے آگے انقلابات شروع ہوجاتے ہیں دیالمہ سلاجقہ اورغزنویوں کا دور آجاتا ہے محمود غزنوی کے حملے ہندوستان پر شروع ہوجاتے ہیں اوربشمار مسلمان شمالی ہندمیں پل پڑے ہیں اس زمانے میں نئے سرے سے کتاب وسنت کی طرف کچھ رجوع مسلمانوں میں پیدا ہوتا ہے خراسان کے شہروں میں بھی فقہ کے ساتھ ساتھ حدیث کی تعلیم شروع کی جاتی ہے جس کا کھوج اس سے لگتا ہے کہ محمود غزنوی خود حدیث کا شائق تھا جیسا کہ مشہور مصنف ابن عماد اپنی کتاب شذرۃ الذہب میں تحریر فرماتے ہیں ۔

اس کی مجلس علماء سے معمور تھی وہ علم حدیث کا شائق تھا علماء اس کی موجودگی میں حدیث کا سماع کرتے اوروہ بھی روایت لینے والوں میں ہوتا اورحدیث کے متعلق استفسار کرتا رہتا ۔

(شذرۃ الذہب جلد3جلد3ص22ونزہتہ الخواطر جلد1ص94)

غزنوی عساکر کے ساتھ بہت سے نامورعالم اورمحدث آئے اورہندوستان اوربلاد خراسان میں علم حدیث کا چرچا ہوا مگر تھوڑے عرصہ بعد خانقاہی جمگھٹوں اورصوفیائے کرام کے جھمیلوں میں پھنس کر علم حدیث کی ترقی کو پھر بڑا بھاری دھکا لگا ایشیا کے بیشتر ملکوں میں تصوف کا رواج اس کثرت سے ہوا کہ مسلمانوں کے وہ علوم فنون جوبنی عباس اوربنی

امیہ کے دوار ترقی میں مدون کیئے گئے تھے خانقا ہیت اور تصوف کی جھپٹ میں آگئے اور اسلام صرف تصوف اور درویشوں کے ملفوظات اور تلقینات کا۔

نام رہ گیا ایرانیوں نے خود عربوں سے شعر و شاعری کا مذاق لے لیا تھا اس سے عشق یا تغزل کا دور ایران میں آچکا تھا اس کو ایرانیوں نے تصوف کے رنگ میں ڈھال لیا اور صوفیوں کی بے شمار کتابیں عربی فارسی اور اردو نثر و نظم میں وجود میں آگیئں اور جو تصوف درویشی اور فقیری تابعین اور تبع تابعین کے زمانہ میں حقیقی اسلام کو اپنے اندلیے ہوئے تھی ایک نئے اسلوب میں ڈھالی گئی اور سچے متقی اور درویش اور صوفی نہ رہے بلکہ ان میں بے شمار رسومات اور بدعات پیدا ہوگئیں۔

پانچویں صدی سے لے کر آٹھویں صدی کے اواخر تک اسی حالت میں گزرا یہی زمانہ فن تصوف کی تصانیف کا ہے مولانا جلال الدین رومی کی مثنوی اور شمس تبریز کی کتابیں ابن عربی کی فتوحات مکیہ اور فصوص الحکم اور نظامی چشتی اور سہروردی خاندانوں کے بزرگوں کے ملفوظات انہیں عہدوں کی یادگاریں ہندوستان کے مسلمان نو مسلم تھے وہ آج کل کے متھرا اور آگرہ کے رہنے والے ملکانوں اور الور دبھر تپور کے میوئوں کی طرح مسلمان تو تھے مگر اسلام کی حقیقت سے قطعا بے خبر تھے اس لئے قرآن و حدیث کے سیکھنے پڑھنے اور سمجھنے کی اہمیت و ضرورت سے تو افغانستان اور ایران بھی کما حقہ آشنا نہ رہے تھے اور کتاب و سنت کے حقیقی مفاہیم اور حقائق اس زمانے کے غیر شرعی پیروں اور فقیروں اور درویشوں کے ملفاظات و تلقینات کی جھپٹ میں آکر دھندلکے میں آگئے تھے چنانچہ اس زمانہ کے ہندی مسلمانوں کا تذکرہ ہم کو اس عہد کی مشہور تاریخی کتاب تاریخ فیروز شاہی مصنفہ ضیاء الدین برنی میں ملتا ہے جس کو ہم بطور خلاصہ کے اپنے الفاظ اور درج کرتے ہیں اگر کسی کو یہ کتاب دستیاب ہو جائے تو وہ اسے دیکھ لے دقیق فارسی جاننے والے نایاب ہوتے جا رہے ہیں ایک بے نظیر محدث اور عالم جن کو شمس الین ترک کہتے تھے مصر سے حدیث کی چار سو کتابیں لے کر ملتان آئے تھے اور ملتان سے دہلی جانے کا قصد رکھتے تھے انہوں نے جب یہ بات سنی کہ ہندوستان کا بادشاہ جامع مسجد دہلی میں جمعہ کی نماز پڑھنے نہیں آتا تو وہ بہت رنجیدہ ہوئے اور شہر دہلی کے حالات سن سن کر ملتان ہی سے واپس چلے گئے واپس جانے سے پہلے انہوں نے ایک رسالہ یا خط لکھ کر سلطان علاؤالدین خلیجی بادشاہ دہلی کے پاس روانہ کیا اس میں لکھا تھا کہ میں مصر سے دہلی کا ارادا کر کے چلا تھا کہ دہلی میں قیام کر کے علم حدیث کی اشاعت کروں گا میں محض خدا اور رسول ﷺ کی خوشنودی کے لئے آیا تھا کہ لوگوں کو علم حدیث کی طرف متوجہ کر کے خیانت کرنے والے پیشہ ور مولویوں اور بددیانت عالموں کی روایتوں سے نجات دلائوں لیکن چونکہ آپ خود ہی نماز نہیں پڑھتے اور نماز جمعہ بھی ادا نہیں کرتے لہذا میں ملتان ہی سے واپس جا رہا ہوں میں نے سنا ہے کہ آپ کے شہر میں احادیث نبوی پر کوئی عمل نہیں کرتا میں حیران ہوں کہ جس شہر میں حدیث نبوی کے ہوتے ہوئے دوسرے لوگوں کی ہدایتوں پر عمل کرتے ہیں۔

تباہ کیوں نہیں ہو جاتا اور عذاب الہی اس پر کیوں نازل نہیں ہو جاتا میں نے سنا ہے کہ شہر میں سیاہ رو بدبخت مولوی فتوے اور نامعقول روایتوں کی کتابیں کھولے ہوئے مسجد میں بیٹھے رہتے ہیں اور روپیہ پیسہ لے کر لوگوں کو قسم قسم کے حیلے اور جھوٹی تاویلیں بناتے رہتے ہیں مسلمانوں کے حق کو باطل کرتے اور خود بھی غارت ہوتے ہیں یہ تاریخ اسی زمانہ کی لکھی گئی ہے جب سلطان فیروز تغلق کا عہد حکومت تھا جو اس کے عہد کے نامور مورخ کی تاریخ ہے اسی زمانے کی ایک کتاب فتوحات فیروز شاہی کے نام سے ملتی ہے اور ہندوستان کے بیشتر کتب خانوں میں موجود ہے اس زمانے کے ہندوستانی مسلمانوں اور ہندوستان کے عام اسلامی حالات کا اندازہ کرنے والوں کے لئے ہم تھوڑی سی عبارت نقل کرتے ہیں ہمارا دل اس کا ترجمہ کرنے کو نہیں چاہتا اہل علم پڑھیں اور اس زمانے کے عالموں پر نوحہ کریں۔

تومے بلباس دہریہ و ترک و تجرید مرداں راگمرہ می کردند و مریدے ساختند و کلمات کفری گفتند طائفہ ملحداں داباحتیاں جمع شدہ بودند و خلق را بالحادو اباحت دعوت می کردند دور شب بمقام معین جمع می شدند از مرداں محرم و غیر محرم و شراب درمیان می آورند و می گفتند این عبادت است دزناں دمادراں وخواہراں بیک دگر دراں شب جمع می آوردند دجامہ ہر کہ بردست کسے ازایشان می افتادمی باوزنا کردے پیران ایشاں شیعہ بودند شیعی ہباں کہ ایشاں راروافض می گویند بسبب رفض و شیعہ مرداں رادعوت می کردند و رسالہا دکتابہا دراں مذہب پرداختہ و تعلیم و تدریس پشہ ساختہ بودند دخلفاء راشدین دام المومینن عائشہ صدیقہ و جمیع صوفیائے کبار رضی اللہ عنہ راسب صریح و شتم قبیح می گفتند دلواطت می کردند قرآن مجید را ملحقات عثمانی می خواندو رسم عادتے کہ در دین اسلام جائز نیت در شہر مسلماناں جبلت شدہ بود کہ عورات درایام متبرکہ جماعت پالکی سوار دگردوں سوار ڈوا سوار داستور سوار فوج فوج و جوق جوق پیادہ از شہر بیروں آمدند و بیزارہا می رفتند۔ آٹھویں صدی ہجری کے اوائل تک مسلمانوں کے حالات کو پڑھ دل روتا ہے کہ اس زمانے کے لوگ کتاب و سنت سے کس قدر دور جا پڑے تھے کوئی کفر ایسا نہ تھا اور کوئی شرک ایسا نہ تھا کوئی بدعت ایسی نہ تھی کوئی رسم رواج ایسا نہ تھا جس کو مسلمان نہ کرنے لگے ہوں مگر اسی زمانے میں اللہ عزوجل نے کچھ تھوڑا سا سامان ایسا بنا دیا کہ ایک ٹمٹماتا چراغ دہلی میں روشن ہو گیا جس نے شرک بدعت کے کے محاذوں کو توڑنا اور رسم و رواج کی اندھیروں میں اجالا کرنا شروع کر دیا چنانچہ مولانا اکبر شاہ صاحب اپنی مشہور کتاب قول حق میں تحریر فرماتے ہیں۔

آٹھویں صدی ہجری کے ربع اول تک ہندوستان میں کتاب وسنت کی تبلیغ واشاعت کا کوئی کام اہتمام سے نظر نہیں آتا تھا سلطان محمد تغلق نے تخت نشین ہوکر کتاب وسنت کی اشاعت کا خصوصی اہتمام وانتظام اپنے ہاتھ میں لیا مراسم پرست قاضیوں آبا پرست مقتیوں اور ہوا پرست اماموں کو موقوف کرکے ان کی جگہ مامور کرنے کےلئے کتاب وسنت سے واقف اور کتاب وسنت پر عمل کرنے والے عالموں کی تلاش وجستجو شروع ہوئی اور جہاں تک قابل آدمی مل سکے مذکورہ عہدوں پر مامورکیے سلطان محمد تغلق کو سمجھ دار اور کتاب و سنت سے واقف لوگوں کی کس قدر تلاش تھی اور ایسے لوگوں کا ہندوستان میں کس قدر کال تھا اس کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ اس کو جب یہ معلوم ہوا کہ خواجہ نصیر الدین ادوھی المعروف بہ چراغ دہلی کتاب وسنت کے عالم اور احادیث نبوی پر عمل کرنے کے شائق ہیں تو سلطان نے ان کو مجبور کیا کہ وہ حضرت شاہ نظام الدین اولیاء کی خانقاہ اور زاویہ تہائی کو چھوڑ کر سلطان کی مصاحبت اختیار کریں اور اپنے علم حدیث سے دربار شاہی کو مستفیض ہونے کا موقع دیں۔

خواجہ ممدوح کی طرف سے انکار اور سلطان کی طرف سے اصرار ہوا یہاں تک کہ اس انکار اور اصرار نے ترقی کرکے دونوں میں کشیدگی اور ناخوشی پیدا کردی اس باخدا روشن خیال اور تبلیغ کتاب وسنت سلطان نے جب شرکیہ اور بدعیہ مراسم کے خلاف کوششیں کیں تو تمام عالم نما جاہل اور مسلم نما بددین لوگ اس کی مخالفت پر کمر بستہ ہوگئے اس سے برایہ کہ سب سے بہتر سلطان کو بدنام کرنے اور اس کے تمام بنے ہوئے کاموں کو بگاڑنے کےلئے مراسم پرست صوبہ داروں آبا پرست فوجی سرداروں نے اور نالائق منشیوں نے متفق ہوکر اور بہت سے خانقاہ نشینوں کو بھی اس سازش میں شریک کرکے سندھ کے ریگستان میں اس کا اور اس کی اولاد کا خاتمہ کردیا اور اس کے روشن خیال ومدبر وزیر کو دہلی کے قریب بے دردی سے قتل کرکے اطمنیان کا سانس لیا۔

(اخبار اہلحدیث دہلی یکم مئی 1952ء)

---

1 عراق عرب کی قدیم بندرگاہ بصرہ ہے یہاں اسلام کے عرب تبلیغ وتاجر آن کر جمیع بلا کرتے تھے اور یہیں سے بحری راستوں کے ذریعے دور دراز ملکوں اور شہروں اور سواحلی آباد پہنچتے اور تبلیغ اسلام کیا کرتے تھے مشرقی ایشیاء کے مسلمانوں کا انہیں مبلغوں اور تاجروں کی مخلصانہ کارگزاریوں کا نتیجہ ہے

1 یہاں یہ بات غور کرنے کی ہے کہ نبی نوح انسان نے جو علوم فتون عقل کی تیزی سے ہزاروں سال کی محنتوں اور جان کاہوں سے مدون اور واضح کیئے تھے اور ان پر بے شمار کتابیں عہد بنی عباس اور نبوامیہ اور فاطمہ میں مسلمانوں نے لکھی اور لکھوائی تھیں اور انہوں نے اس کی توسیع واشاعت کےلئے ملکوں اور شہروں میں بہت سے ادارے کھول ڈالے اور ان علوم فنون کو ہمارے علماء کرکے دنیا کی تہذیب وتمدن کو چار چاند لگادیئے اگر ان علوم کی ترقی اور اشاعت مسلمانوں میں ہوتی رہتی تو ہم نہیں جانتے کہ دنیا کے مسلمانوں کا رخ کیا ہوتا اور ان کی منزل کہاں ہوتی مذاہب مخترعہ اور شاعرانہ عیاشی اور مصنوعی تصوف نے ان علوم وفنون کو ایک زبردست دھکا لگایا کہ اس طرف سے مسلمانوں کی طبائع کا رحجان ہٹ گیا اور علوم عقیلہ اور صحیح فکر وعمل سے وہ بے گانہ ہوتے چلے گئے اور آج وہ ان علوم سے ایسے بے گارنہ بن چکے ہیں۔

کہ گویا ان میں کبھی آئے ہی نہ تھے صرف اپنے بزرگوں کی چند پرانی کتابوں کولئے پھرتے ہیں اور کہتے رہتے ہیں کہ ہمارے بزرگ ایسے تھے ہمارے کالج تھے ہماری یونیورسٹیاں تھیں دور حاضرہ کا ایک جرمنی اور امریکی فلاسفر پوچھ سکتا ہے کہ تم بتاؤ تم کیا ہو توکٹھ جواب بن پڑے گا اور اب یہ ہمارے مسلمان عالم اپنے ماضی کو یاد کرکے اپنے بڑوں پر نوحہ خوانی کرتے رہتے ہیں کبھی یہ شعر بھی پڑھتے ہیں۔ بہار اب جو دنیا میں آئی ہوئی ہے۔ یہ سب پودا نہیں کی لگائی ہوئی ہے۔

2 مثنوی مولانا رومی اس زمانے کے تصوف کی اچھی کتاب ہے جس کو آج بے فکرے مسلمان عوام کی محفلوں میں جھوم جھوم کر پڑھنے کا ثواب حاصل کرتے رہتے ہیں مثنوی مولوی ومعنوی ہست قرآن درزبان پہلوی مگر صاف کہلے یہ قرآن سے ہجر بعد ہے۔ 12۔ منہ

هذا ما عندي والله أعلم بالصواب

فتاویٰ ثنائیہ امرتسری

جلد2ص674

محدث فتویٰ